ترتیب و تحشیہ: ڈاکٹر ارشد محمود ناشادؔ

ایسوسی ایٹ پروفیسر

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

علامہ عبدالعزیز خالدؔ کے چند مکاتیب بنام ارشد محمود ناشادؔ

Abstract:

An epistle is a cardinal source of research. Not only it reveals the personality, disposition, likes and dislikes, customs, habits and attitudes of the addresser and addressee but also throws light on their times and backdrop. This is the reason that the letters of literati are considered a research heritage and the students, scholars and researcher are benefitted from them in their scholarly pursuits. Keeping this aspect in view, in this article, a few unpublished letters of prominent poet and writer Allama Abdul Aziz Khalid are being presented. These letters were addressed to Arshad Mahmood Nashad, the writer of this article. Many literary and scholarly topics are discussed in these letters. In this article the writer has included brief biographicalsketch of Allama Abdul Aziz Khalid and added footnotes for a better understanding of the letters.

Key Words: Allama Abdul Aziz Khalid, Arshad Mahmood Nashad, literary, heritage

علّامہ عبدالعزیز خالدؔ[۱۹۲۷ء تا ۲۰۱۰ء] کا شمار بیسویں صدی کے اکابر شعرا، ادبا اور دانش وروں میں ہوتا ہے۔ انھوں نے عمرِ عزیز کا ایک بڑا حصّہ اُردو شعر و ادب کی خدمت میں صرف کیا۔ انھوں نے اُردو کی متعدد شعری اصناف جیسے: نعت، غزل، نظم، قصیدہ، منظوم تمثیل اور رباعی میں کلام کہا اور بلاشبہ تمام شعبوں کی رفعت وثروت میں اضافہ کیا۔ کئی زبانوں پر استادانہ عبور اور عظیم عالمی ادب کے گہرے مطالعے نے ان کے فکر و فن کو وسعت، بوقلمونی اور گہرائی سے متصف کیا۔ عربی زبان و ادب کے بسیط مطالعے نے انھیں فکر کے نئے جہانوں اور اظہار و بیان کے دلآویز قرینوں سے متعارف کیا۔

علّامہ عبد العزیز خالد برجیاں کلاں تحصیل نکودر ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کے ابتدائی درجوں ہی میں ذہانت و فطانت کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو گئے تھے۔ ننگل انبیا ضلع جالندھر کے سکول میں ممتاز ماہرِ عروض آغا صادق اُن کے استاد تھے۔ خالد صاحب کو مڈل کی تعلیم کے دوران میں علمِ عروض سیکھنے اور فاضل استاد سے اس فن کے اسرار و رموز جاننے کا موقع ملا۔ نصابی اور ہم نصابی سرگرمیوں میں وہ ہمیشہ نمایاں طلبہ میں شامل رہے۔ جالندھر سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ لاہور آ گئے اور اسلامیہ کالج، لاہور میں داخلہ لے لیا۔ اس ادارے میں ان کی علمی و ادبی سرگرمیوں کو مزید نکھرنے اور اُبھرنے کا موقع ملا اور کئی نام ور اساتذہ سے کسبِ فیض کے مواقع میسّر آئے۔ وہ کالج کے علمی و ادبی مجلے کریسنٹ کے مدیر رہے۔ تعلیم کی تکمیل کے بعد ۱۹۵۰ء میں مقابلے کا امتحان اعزاز کے ساتھ پاس کیا اور انکم ٹیکس آفیسر مقرر ہوئے۔ بے مثال اور درخشاں کارگزاری کی بدولت وہ انکم ٹیکس کمشنر کے منصب تک پہنچے اور ۱۹۸۷ء میں عزت و احترام کے ساتھ ملازمت سے سبک دوش ہوئے۔

خالد صاحب نے تخلیق اور ترجمہ کے میدانوں میں یادگار کارنامے انجام دیے۔ ان کی کتابیں ان کے علم و فضل، تخلیقی صلاحیتوں اور قدرتِ کلام کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ جدید اُردو نعت کے حدی خوانوں میں انھیں امتیازی مقام حاصل ہے۔ قرآن و حدیث، سیرتِ رسول ﷺ اور عربی زبان و ادب کے گہرے مطالعے کے باعث اُن کی نعتوں میں جذب و شوق کے کئی ایسے مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں جو دیگر نعت گو شاعروں کے ہاں کہیں کہیں نمود کرتے ہیں۔ نادر لفظیات، استعارات، تلمیحات، اشارات اور اظہار و بیان کے رنگارنگ قرینوں کو انھوں نے نہایت کامیابی کے ساتھ برت کر اُردو کے شعری افق کی تابانی میں اضافہ کیا۔ ان کی کتابوں میں زرِ داغِ دل، فارقلیط، منحمنا، طاب طاب، حمطایا، ماذ ماذ، ثانی لاثانی، ماتم یک شعر آرزو، ورقِ ناخواندہ، لحنِ صریر، دکانِ شیشہ گر، کفِ دریا، دشتِ شام، غزل الغزلات، زنجیرِ رمِ آہو، برگِ خزاں، خروشِ خم، حدیثِ خواب، مہابھارت کتھن مالا، کجدار و مریز اور کتاب العلم شامل ہیں۔ انھوں نے قرآنِ مجید کے منظوم اُردو ترجمے "فرقانِ جاوید" کے علاوہ سیفو، ٹیگور اور ہوچی منہ کے کلام کا ترجمہ کیا۔ جاپانی ہائیکو نظموں کے تراجم "غبارِ شبنم" کے نام سے پیش کیے۔ اُن کے کام اور قدرتِ کلام کا اعتراف ہوا۔ ادبی رسائل سیّارہ اور تحریریں نے ان کے فکر و فن پر ضخیم اور وقیع نمبر شائع کیے۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، کامل القادری، حسین سحر، ڈاکٹر نواز کنول اور کئی دوسروں اصحابِ علم نے ان کی حیات اور خدمات پر کتابیں شائع کیں۔ اساتذۂ علم و ادب نے ان کی شاعری، ترجمہ نگاری، کالم نگاری اور دوسری تخلیقی جہات پر مضامین و مقالات لکھے۔ وہ بلاشبہ اپنے عہد کے بے مثل اور منفرد تخلیق کار تھے۔

علاّمہ عبدالعزیز خالد سے میرا اوّلین تعارف فنون کے بہرہ اختلافات میں چھپنے والے اُن کے عالمانہ خطوں کے ذریعے ہوا۔ رباعی کے حوالے سے کُچھ اہلِ علم میں بحث چھڑی ہوئی تھی۔ عبدالعزیز خالد نے جس طرح اپنے موٴقف کو پیش کیا، اس سے اُن کے علم و فضل اور ان کے بسیط مطالعے کا اندازہ قائم کرنا مشکل نہ تھا۔ میں شعر وادب کی دُنیا میں تازہ وارد تھا، خالد صاحب کی عالمانہ باتوں سے مستفید تو شاید بہت کم ہوا مگر مرعوب زیادہ ہوا۔ رفتہ رفتہ ان کی کتابوں تک رسائی ہوئی اور مرعوبیت کا احساس بڑھنے لگا۔ فارقلیط، منحمنا، دشتِ شام، طاب طاب اور ان کی دوسری کتابیں ڈاکٹر غلام جیلانی برق کے ذخیرے میں موجود تھیں، یہ ذخیرہ ضلع کونسل کے کتب خانے میں محفوظ تھا اور برادرِ گرامی سیّد شاکر القادری کے وسیلے سے اس ذخیرے کے دروازے مجھ پر کھلے تھے، سو استفادے کی آسانی مجھے حاصل تھی۔ خالد صاحب کی کتابوں کے نام ہی مشکل اور انوکھے نہ تھے بلکہ ان کے مندرجات بھی مبتدیوں کو اپنے قریب آنے سے ڈراتے تھے۔ مرعوبیت کا دائرہ پھیلتا گیا اور خالد صاحب سے میرا تعلق گہرا ہوتا رہا۔ شعر گوئی کے ابتدائی زمانے ہی میں عروض جیسے مشکل، خشک اور دقیق علم سے مجھے دل چسپی پیدا ہو گئی۔ عروض پر ایک دو کتابیں میرے پاس تھیں مگر استاد کے بغیر ان کو سمجھنا مشکل تھا۔ مجھے نئے عروضی تجربے کرنے اور الٹے سیدھے اوزان وضع کرنے کا شوق تھا۔ استاد کی تلاش شروع ہوئی؛ ایک دن میں نے بغیر کسی تعارف اور سفارش کے ایک خط عبدالعزیز خالد کی خدمت میں ارسال کر دیا۔ دو تین دن بعد اُن کا محبت آمیز جواب ملا، پڑھ کر حیرت ہوئی، میں اُن کے دامنِ علم سے وابستہ ہو گیا۔ میں خوش قسمت ہوں کہ ربع صدی وہ مجھ پر سایہ فگن رہے۔ ان کے بے کنار اور مستحضر علم سے میں نے بہت اکتساب کیا۔ ان سے ملاقاتوں کا سلسلہ بھی رہا اور میں کئی کئی گھنٹے اُن کی خوش گفتاری اور شیریں مقالی سے شاداب ہوا۔ وہ خوبیوں کی کان اور اوصاف کا سرچشمہ تھے۔ ۱۹۹۴ء سے خط کتابت کا جو سلسلہ آغاز ہوا وہ جولائی ۲۰۰۹ء تک جاری رہا۔ خط کا جواب دینے میں وہ بہت مستعد اور فعال تھے۔ خوش قلم اور صاف نویس تھے۔ لیٹر پیڈ عمدہ کاغذ کا جس کے دائیں کونے پر ” عبدالعزیز خالد “ چھپا ہوا تھا، استعمال کرتے تھے۔ ایک آدھ خط خالد اکیڈمی کے لیٹر پیڈ پر لکھا گیا۔ خط کے آخر میں تاریخ اور شہر کا نام درج کرتے تھے۔ چند ایک خطوں میں صرف تاریخ لکھی گئی ہے، سال نہیں لکھا گیا۔ عبدالعزیز خالدؒ ۲۸ / جنوری ۲۰۱۰ء کو راہیِ ملکِ بقا ہوئے۔ میں نے اُن کے وصال پر ایک نظم بہ عنوان: ”اُٹھ گیا رازدارِ علم و فن“ لکھی جو مرحوم و مغفور سے میری نیاز مندی کا اظہار یہ ہے۔ ذیل میں نظم قارئین کے مطالعہ کی غرض سے پیش کی جاتی ہے:

اُٹھ گیا راز دارِ علم و فن

جس پہ سایہ فگن تھا حمطایاً نغمۂ نعت کے تصدق سے خالدِ آخر الزماں تھا جو		نور افشاں تھا جس پہ فارقلیطؐ جس کا سینہ تھا ایک بحرِ بسیط فکر تھی جس کی وسعتوں پہ محیط
	☆	
آج رخصت ہوا وہ مردِ جلیل جس سے سیراب تھا ادب کا دیار جس سے قائم تھا اعتبارِ بشر		ذات تھی جس کی بے شکن بے داغ جس سے تازہ تھا علم کا ہر باغ جس سے ملتا تھا رفتگاں کا سراغ
	☆	
حیف خالی ہوئی بساطِ ادب گفتگو جس کی سیلِ معنٰی تھی حلم میں جو مثال تھا گویا		اُٹھ گیا ایک صاحبِ کردار لفظ تھے جس کے فیض سے سرشار عجز میں تھا جو کامل العیّار
	☆	
ڈھے گیا آج قصرِ علم و فضل حرف پامال، لفظ ہیں محزوں لفظ و معنٰی ہوئے ہیں بے سروپا		آج ماتم کناں ہے شہرِ سخن غم دیارِ ہنر میں خیمہ زن اُٹھ گیا رازدارِ علم و فن
	☆	
آج وہ نخلِ سایہ دار گرا جس پہ ہوتی تھی بارشِ الہام جس کا ہر برگ تحفۂ درویش		جس کے سائے میں اِک زمانہ تھا جس کی ہر شاخ میں خزانہ تھا انگبیں جس کا دانہ دانہ تھا
	☆	

آج وہ روشنی بُجھی جس سے دسترس میں تھی کارگاہِ سخن جس کے افکار کی تجلّی سے		ظلمتوں میں چراغ جلتے تھے جاوداں حرف جس میں ڈھلتے تھے مہر و ماہ و نجوم پلتے تھے
	☆	
میں تہی دست ، بے ہُنر شاعر مجھ پہ سایہ فگن تھی اُس کی ذات اُس کی چھاؤں سے میں ہوا محروم		شدّتِ غم کا کیا کروں اظہار وہ جو تھا مثلِ ابرِ گوہر بار ریزہ ریزہ ہے شیشۂ پندار
	☆	

ذیل میں عبدالعزیز خالد کے چند اہم خط پیش کیے جا رہے ہیں۔ بعض مقامات کی توضیح و تشریح اور متن کی تفہیم کے لیے میں نے مختصر حواشی کا التزام کیا ہے۔ خالد صاحب کے یہ خط بلاشبہ علم و ادب کا خزینہ اور معارف کا گنجینہ ہیں۔

[۱]

عبدالعزیز خالد

برادرم! اَلسّلامُ علیکم! گرامی نامہ ملا۔

۱۔ فاعلاتن مفاعلن فعولن_____ وزن سے میں آگاہ نہیں۔ آپ نے اس میں فعولن کو فعلن / مفعول میں بدلنے کا پُوچھا ہے، اس سلسلے میں عرض ہے کہ اُردو میں نہایت کثیر الِاستعمال وزن بحرِ خفیف مَخبُون / مُشَعث مَقصُور، محذُوف کا ہے۔ جس کے ارکان یہ ہیں:

فاعلاتن مفاعلن فعِلن / فعِلان

فعِلاتن فعْلن / فعْلان

ان کا اجتماع ایک شعر میں یا الگ الگ شعروں میں بِالکُل درست و جائز ہے۔ (۱)

۲۔ آپ نے جو شعر لکھا ہے اُس کا وزن:

مُفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن

مفاعلان مفاعلان

بحر رجَز مُطوّی مَخبُون مُذال ہے۔

معلوم نہیں "شام بخیر صبح بخیر" قافیہ ہے یا ردیف۔ اگر تو ردیف ہے تو آسانی سے اسے صبح بخیر شب بخیر کیا جا سکتا ہے اور اگر قافیہ ہے تو مشکل ہے۔ موجودہ صورت میں یہ مفتعلن مفاعلَتان ہو کر وزن سے خارج ہو جاتا ہے۔[٢]

والسّلام

خاکسار

خالد

لاہور

٢/ جولائی ٩۴[١٩]ء

[٢]

عبدالعزیز خالد

برادرم! اَلسّلامُ علیکُم!

آپ نے فارسی کے تینوں شعروں کے قافیوں کے "ئے" کو "ہے" لکھا ہے۔ "ہے" سے عبارت بے معنی ہو جاتی ہے۔ میرے لیے یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ شعر کس شاعر کا نتیجۂ فکر ہیں اور وہ کس زمانے اور ملک سے تعلق رکھتا ہے۔[٣]

اردو غزل جو آپ نے نقل کی ہے اس کے شاعر کے مدِّنظر میر تقی میرؔ کی مشہور غزل:

ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاری کی
چاہتے ہیں سو آپ کریں ہیں ہم کو عبث بدنام کیا

ساعدِ سیمیں دونوں اس کے ہاتھ میں لا کر چھوڑ دیے
بھولے اس کے قول و قسم پر ہائے خیال خام کیا

کی بحر معلوم ہوتی ہے۔ میرؔ نے اور بہت سے شاعروں کی طرح بحر کو شانزدہ (سولہ) رُکنی (ایک مصرِع میں آٹھ رُکن) استعمال کیا ہے۔

یہ بحر متقارب مثمّن (آٹھ رکنی۔ ایک مصرع میں چار رکن) اثرم سالم ہے۔

فعْل فعولن فعْل فعولن

اس وزن میں رکن اثلم یعنی فعْلن (بہ سکونِ عین) بھی آتا ہے۔

فعْل فعولن فعْلن فعْلن

فعْلن فعْلن فعْلن فعْلن

فعْلن فعْل فعولن فعْلن

عروض وضرب میں فَعَلُ (بہ فتحِ عین وسکونِ لام) اور فَعْ اور فَعُولُ بھی آتے ہیں۔ فَعَل قدرت ہے فَعْ ابتر اور فَعُول مقصور۔

فعْل فعولن فعْلن فَع

فعْل فعولن فعْل فَعَلُ / فَعُول

فعْلن فعْلن فعْلن فَع

فعْلن فعْلن فِعْل فَعَلُ / فَعُول

فَعُول مصرع کے بیچ میں بھی آسکتا ہے مگر فَعَل ہی کی طرح اس سے پہلے فعْل ہونا چاہیے ____ جیسے میرؔ کے دوسرے شعر کے دوسرے مصرع کے آخر میں ہے۔

ہائے خیال خام کیا

فعْل فعول فعْل فَعَل

یہ سب وزن ایک شعر میں لائے جاسکتے ہیں۔

اب آپ خود اس غزل کے اشعار کے تقطیع کر کے دیکھ لیں کہ کون سے مصرعے وزن سے خارج ہیں۔[۴] بازار میں علمِ عروض پر بہت سی کتابیں دست یاب ہیں۔ آپ کو عروض سے جو شغف ہے اس کے پیشِ نظر میرا یہ حقیر مشورہ ہے کہ آپ اپنے ذوق کے مطابق دو ایک کتابیں حاصل کر کے انھیں زیرِ مطالعہ رکھّیں۔

وَالسّلام

خاکسار

خالد

لاہور

۲۸/ اگست ۹۴[۱۹]ء

[۳]

عبدالعزیز خالد

برادرم! اَلسّلامُ علیکُم!

گرامی نامہ ملا۔ "ہائے خیالِ خام کیا" کے بارے میں آپ کا خیال صحیح ہے۔[۵] لکھتے وقت معلوم نہیں کیسے میرے ذہن میں یہ رہا کہ لفظ "خیالِ" نہیں بل کہ صرف "خیال" ہے سکونِ لام کے ساتھ۔ خط حوالۂ ڈاک کر چکا تو اچانک خیال آیا کہ یہ "خیالِ" بھی ہو سکتا ہے۔ کلیّات میں "خیالِ" ہی نکلا اس صورت میں اس کا وزن فعولن ہی ہونا چاہیے۔ کیوں کہ فعول لام متحرّک کے ساتھ اس بحر میں نہیں آسکتا۔ اگر لام متحرّک ہو تو تقطیع فعولن کے وزن ہی پر ہو گی۔ آپ کو اگلے دن لکھنے کا سوچا بھی مگر پھر سُستی (گھَول) ہو گئی ___ معذرت خواہ ہُوں۔

اردو کے جیّد اور نامور نقّاد شمس الرحمٰن فاروقی نے اپنی معرکہ آرا کتاب "شعر شور انگیز" (غزلیاتِ میرؔ کا انتخاب اور مفصّل مطالعہ) کی جلد اوّل میں پورا ایک باب (۸) اس بحر کے لیے وقف کیا ہے۔ صفحہ ۱۸۹ تا ۲۰۲ وہ اس کو بحرِ میرؔ کہتے ہیں اور اس پر انھوں نے بڑی خیال افروز بحث کی ہے۔ کتاب کہیں سے حاصل کر کے اسے دیکھیں آپ کے ذوق کی چیز ہے۔

___ اس وزن سے ملتا جلتا ایک اور وزن ہے بحر متدارک مخبُون: فِعِلن فِعِلن

بحر متدارک مسکّن: فعْلن فعْلن

دونوں کا اجتماع شعر میں درست ہے۔

ع مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے

بہت سے لوگ اس بحر (بحر میرؔ) میں فعِلن استعمال کر جاتے ہیں جس سے بحر رجز میں ڈال کے بحر رمل چلنے والا مضمون پیدا ہو جاتا ہے۔

_____ میں نے جن زحافات کا ذکر کیا تھا، ان سب کا اجتماع ایک شعر (نظم، غزل میں) میں درست ہے۔

_____ آٹھ رکنی اور سولہ رکنی تو اس بحر کی اصلی شکلیں ہیں۔ جو متقدّمین استعمال کرتے رہے۔ لیکن اب یہ قید نئے شاعروں نے اٹھا دی ہے۔

مذاق اپنا اپنا پسند اپنی اپنی

نظمِ آزاد اکثر اس بحر میں لکھی جاتی ہے۔ جس میں ارکان کی تعداد کی کوئی قید نہیں ہوتی۔ آج کل طبیعتیں پابندیوں کو کہاں گوارا کرتی ہیں؟

وہی پیاس ہے وہی دشت ہے وہی گھرانا ہے

کی تقطیع میری دانست میں یوں ہو گی:

متفاعِلن متفاعِلن فعولُ فعْلن فَع

___ "مُتَفاعِلُن مُتَفاعِلُن: ___ یہ بحر کامل سالم کے ارکان ہیں۔

___ فعُولُ فِعْلُن: یہ بحر مُتقارب مقبوض اَثْلَم کے ارکان ہیں۔ جو اگرچہ بحر متقارب ہی کی شاخ ہے مگر الگ اور قائم بالذّات بحر ہے۔(۶)

سفینۂ برگِ گل بنا لے گا قافلہ مورِ ناتواں کا

___ دوسرے مصرع کے "بہت پرانی" کی تقطیع فعولُ فعْلن سے ہوتی ہے: بہت پُ رانی(۷)

___ ایسے ہی آٹھویں مِصرع کے "چمک رہی ہے" کی تقطیع بھی فعولُ فعلن سے ہو گی: چمک رَ ہی ہے(۸)

وَالسّلام

خاکسار

خالد

لاہور

۵/ ستمبر ۹۴[۱۹]ء

[۴]

عبدالعزیز خالد

برادرم! اَلسّلامُ علیکُم!

آپ کا مکتوب آئے بہت دن ہو گئے۔

آپ کے سوال نے مجھے اس صورتِ حال سے دوچار کر دیا جس میں حضورِ اکرمؐ نے جبرئیلؑ کے بہ شکلِ بشر آکر یہ پوچھنے پر: مَتَی السَّاعَۃُ؟___ کب قیامت آئے گی؟

فرمایا تھا مَا الْمَسْؤلُ عَنْھَا بِاَعْلَمَ مِنَ السّائِلِ__ مَسئول سائل سے نہیں آگاہ تر!

میرے پاس قواعد و لغت کی جو کتابیں ہیں وہ اس ضمن میں خاموش ہیں_____ ایک ایران پلٹ ریٹائرڈ پی ایچ ڈی پروفیسر سے بات ہُوئی۔ اُنھیں نے اپنے رفیقانِ کار سے بھی دریافت کیا۔ مگر سب اس مد میں بے خبر نکلے۔ [۹]

میرے خیال میں آپ ڈاکٹر فرمان فتح پوری (کراچی)[۱۰] سے رجوع کریں۔ ان کی عمر درس و تدریس میں گزری ہے اور آج کل بھی "سرکاری لغت کلاں"[۱۱] کے نگران و مُہتَمِم ہیں۔ وہ شاید کچھ روشنی ڈال سکیں۔ جناب شانُ الحق حقّی (کراچی)[۱۲] بھی خاص لغت کے آدمی ہیں۔ انھیں بھی لکھ کر دیکھیں۔ خود میرے علم میں جو نھی کوئی معلومات آئی۔ میں آپ کو مطّلع کروں گا۔

میں نے اپنے پچھلے خط میں "بحرِ میر" سے بحث کرتے ہُوئے جو لکھا تھا کہ اس میں فَعُولُ صرف اخیر میں آسکتا ہے۔ وہ صرف "اگلے وقتوں کے شاعرانِ کرام" کی حد تک ہی درست ہے۔ آج کل تو اس بحر میں فعول فعلن کا استعمال عام ہے ___ شروع میں، بیچ میں، آخر میں ___ کوئی تخصیص نہیں۔

یعنی یہ بحر اس دور میں "دوبحری" ہو گئی ہے ___ مزاج امید ہے بہ خیر ہوں گے!

خاکسار

خالد

لاہور

۱۵ر فروری ۹۵[۱۹]ء

[۵]

عبدالعزیز خالد

برادرم! اَلسّلامُ علیکُم!

مزاج شریف؟

آپ کے خوبصورت تحفے کا ممنُون ہُوں۔ کتاب آپ نے بڑی کاوش، محبت اور تنقیدی بصیرت سے مرتّب کی ہے۔

آپ نے انتساب میں میرا نام بھی لکھ کر مجھے کتنا زیرِ بار کر دیا ہے۔ اب ادائے احسان کی صورت کیا ہو؟ میری رائے میں انتساب کسی پنجابی ادبی شخصیّت کے نام ہونا چاہیے تھا ___ (۱۳)

پچھلے خط میں آپ نے "ء" اور "زیر" کے بارے میں جو دلچسپ سوال اٹھایا تھا۔ اس پر بحث کسی قواعد کی کتاب یا لغات میں نظر سے نہیں گزری۔ (۱۴)

مرے خیال میں مطالعہ، مشق و مزاولت، مذاقِ سلیم اور مناسبتِ طبع ہی اس جادۂ بے سنگ و میل ☆میں خضرِ راہ ہیں__

خاکسار

خالد

لاہور

۱۶/ ستمبر ۹۵[۱۹]ء

☆ وہ حضَر بے برگ و ساماں، وہ سفَر بے سنگ و میل

________خضرِ راہ

[۶]

عبدالعزیز خالد

برادرم! اَلسّلامُ علیکُم!

مکتوبِ گرامی ملا۔ وہ بحر جس میں شاعر نے نظر بظاہر لکھنے کی کوشش کی ہے۔[۱۵]

بحر ہزج مسدّس اخرب مقبوض مقصور محذوف (اخرم اشتر مقصور محذوف) ہے۔ اس کے ارکان ہیں:

۱۔ مفعول مفاعلن مفاعیل

۲۔ مفعول مفاعلن فعولن

۳۔ مفعولن فاعلن مفاعیل

۴۔ مفعولن فاعلن فعولن

ان چاروں ارکان کا ایک نظم یا غزل میں اجتماع جائز ہے۔ مثلاً:

ماتم کدۂ جہاں میں جُوں ابر
اپنے تئیں آپ رو گئے ہم
اوروں کے گو ہیں سرمۂ چشم
اپنے دل کا غبار ہیں ہم

تارے مستِ شرابِ تقدیر
زندانِ فلک میں پا بہ زنجیر
تاروں کا خموش کارواں ہے
یہ قافلہ بے درا رواں ہے

ڈرتے ڈرتے دم سحر سے
تارے کہنے لگے قمر سے

خاکسار

خالد

لاہور

یکم ستمبر۹۸[۱۹]ء

[۷]

عبدالعزیز خالد

مکرّمی! تسلیم!

کرم نامہ ملا۔ پہلے مصرع میں بطریقِ اشباع میں نے کَلِماتُ کو کالماتو اور دوسرے میں کَفَّ کو کفّا باندھا ہے۔ رَبِّکَ کو رَبْ بِکَ اور کَفَّہٗ 'کو کَف فَہٗ' ________ [۱۶]

برقؔ صاحب نے بھی عربی الفاظ کے مدّ وجزر کی حرکات پر اعتراض کیا تھا(خط ۲۷ صفحہ ۵۹)۔ میری طرف سے تفصیلی وتوضیحی جواب ملنے پر ان کا اگلا خط ۲۸ ___ متّفق گردید رائے بو علی بارائے من کا مظہر ہے۔ شاید وہ خط ان کے ذخیرۂ خطوط میں کہیں موجود ہو!

بعد میں اسی موضوع پر میں نے ایک طویل مضمون لکھا تھا جس کا پہلا حصّہ سالنامہ فنُون[۱۷] جنوری فروری ۱۹۸۱ء میں (صفحہ ۱۸۸ __ تا ۲۲۵) اور دوسرا نقوش[۱۸] خاص نمبر دسمبر ۱۹۸۷ میں شائع ہوا تھا(صفحہ ۱۴۹ تا ۲۷۲)[۱۹]

خاکسار

خالد

۲۴/مارچ ۹۹[۱۹]ء

[۸]

عبدالعزیز خالد

مکرّمی! اَلسّلامُ علیکُم!

نوازش نامے کا شکریہ۔

میرے ذہنِ نارسا میں نئے رسم الخط کا کوئی نقشہ نہیں۔[۲۰] میں نے جس مسئلے کا ذکر کیا ہے، یہ ہے کہ ابتدائی نصابی کتابوں میں (خصوصاً) لکھائی اس قدر بھدّی، گھنی اور گُتھی ہوئی نہ ہو کہ پڑھی ہی نہ جا سکے اور

لفظوں کو الگ الگ شناخت ہی نہ کیا جا سکے۔ انگریزی کتابوں میں کھلی کھلی، روشن روشن، گنتی کی سطریں ہوتی ہیں اور اس کے برعکس اردو کی کتابوں میں ایک صفحے میں بیس پچیس سطریں۔ لفظ الجھے ہُوئے، سطریں ملی ہوئی۔ اگر سطروں کے درمیاں مناسب فاصلہ ہو۔ لفظ بھی صاف صاف اور الگ الگ ہوں اور نقطوں کو خاص طور پر ان سے متعلق حروف کے نیچے احتیاط سے لگایا جائے تو پڑھنے پڑھانے میں بہت آسانی ہو جاتی ہے۔

پھر اِعراب بھی اشدّ ضروری ہیں۔ اِعراب کے بغیر ہجے کیسے کیے یا کروائے جائیں گے اور الفاظ کا تلفّظ کیسے ہو گا؟ پڑھانے والوں کا جو مبلغ علم اور ان کی جو ذہنی سطح ہے، وہ بھی سب کے سامنے ہے:

گر ہمیں مکتب و ہمیں مُلّا

کارِ طفلاں تمام خواہد شد

نظیریؔ نے کیا بات کہی ہے:

درسِ ادیب گر بود زمزمہ مُحبّتے

جمعہ بہ مکتب آورد طفلِ گریز پایی را

ہم تو اسمائے علَم (ناموں) تک کو ضبط نہیں کرتے۔ کل ہی میں نے ایک صاحب کو خط لکھا ہے۔ انھوں نے عَمرُو بن عاص کے عَمرُو کو انگریزی میں Amru لکھا ہے۔ حالانکہ اس میں واو زاید ہے اور غیر ملفوظ ہے اور صرف عُمَر اور عَمرُو میں فرق ظاہر کرنے کے لیے ہے۔ انھوں نے اَبُوذَر غِفاری کے غِفاری کو Ghaffari لکھا ہے۔ غِفاری قبیلے کا نام ہے۔ جس کے مورثِ اعلیٰ کا نام غِفار Ghifar تھا۔ اور پھر گنتی کا مخمصہ بھی ہے، جسے ادا کرنے میں اکثر زبانیں غوطہ کھا جاتی ہیں۔ ان کے لیے انگریزی کی روش اختیار کی جا سکتی ہے۔ مگر یہ تو بہت بعد کی باتیں ہیں۔ پہلے ہم اردو کو اپنی زبان تو مانیں۔ اسے تعلیم و تعلّم، دفتری اور کاروباری امور کا ذریعۂ اظہار تو بنائیں۔ بن جائے تو خود بخود اس میں سہولت کے راستے کھل جائیں گے۔ بقول مصحفِ عزیز: وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ۔ (۲۹: ۶۹) اور جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم لازماً انھیں اپنے رستے دکھا اور سُجھا دیتے ہیں اور یقیناً اللہ اہلِ احسان کے ساتھ ہے۔

خاکسار

خالد

لاہور

۸/ دسمبر ۹۹[۱۹]ء

[۹]

عبدالعزیز خالد

ناشاد صاحب! اَلسّلامُ علیکُم!

خط کا شکریہ!

(۱)۔ رمل کا ایک وزن ہے مربّع: فاعلاتن فاعلن_ عروض وضرب دونوں محذوف لیکن آپ غالباً جس وزن کا پوچھ رہے ہیں وہ: فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن ہے۔ اس کی بحر ہے: مدید مثمّن سالم

۲۔ متفاعلن فعولن متفاعلن فعولن ایک سامنے کا لیکن خود ساختہ وزن ہے۔ (میں بھی غالباً روا روی میں اپنے طور پر اس کی تقطیع یونہی کرتا)

یہ وزن بحر کامل کا نہیں بلکہ بحر رمل مشکول کا ہے۔ جس کے ارکان ہیں:

فعِلات فاعلاتن فعِلات فاعلاتن

یہ وزن واقعی بڑا خوش آہنگ اور رواں دواں ہے۔

غالب کی غزل ہے: یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا

اقبال کی یہ نہایت پسندیدہ بحر ہے:

بالِ جبریل:

(۱۱) تجھے یاد کیا نہیں ہے مرے دل کا وہ زمانہ

(۱۳) وہی میری کم نصیبی وہی تیری بے نیازی

(۲۲) یہ پیام دے گئی ہے مجھے بادِ صبحگاہی

ضربِ کلیم:

دلِ مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ

نہ میں اعجمی نہ ہندی نہ عراقی و حجازی

پیامِ مشرق:

آدم ز بہشت بیروں آمدہ می گوید ـــــ

چہ خوش است زندگی را ہمہ سوز و ساز کردن

حور و شاعر ـــــــ پوری نظم

ز شرر ستارہ جویم ز ستارہ آفتابے ـــــ

زبورِ عجم:

حصّہ اوّل: ابتدائیہ: ز برونِ در گزشتم ز درونِ خانہ گفتم

(۶) من اگرچہ تیرہ خاکم دلکے است برگ و سازم

(۷) بصدائے دردمندے بنوائے دلپذیرے

(۱۰) دل و دیدۂ کہ دارم ہمہ لذّتِ نظارہ

(۱۲) تو بایں گماں کہ شاید سرِ آستانہ دارم

(۳۶) شبِ من سحر نمودی کہ بہ طلعت آفتابی

(۳۸) یہ جہانِ دردمنداں تو بگو چہ کار داری

(۵) بہ تسلّیِ کہ دادی نگذاشت کارِ خود را

(۵۴) بہ فغاں نہ لب کشودم کہ فغاں اثر ندارد

(۳) آغا صاحب کے یہ الفاظ مجھے کتاب میں نظر نہیں آئے۔ کس صفحے پر ہیں؟[۲۱]

قواعدُالعروض_____قدر بلگرامی:

سب سے پہلے عربی کا علمِ عَروض جس نے استخراج کیا__ اس کا نام خلیل ابن احمد بصری بن فراھید بن مالک بن نہم بن عبد اللہ بن مالک بن مضر بن ازدی ہے۔

مِرآۃُالشّعر: مولوی عبدالرّحمٰن:

فنّ عَروض کا موجد خلیل بن احمد فراھیدی ہوا ہے۔ جو دوسری صدی کے علما میں شمار ہوتا ہے۔

قواعدِ اردو: مولوی عبد الحق:

عَروض کا موجد عرب کا ایک عالم خلیل بن احمد مکّی ہے۔ اس کی وفات سنہ ۱۲۰ ہجری میں ہوئی ہے۔ [۲۲] اس نے پندرہ وزن قرار دیے اور ہر وزن کا نام بحر رکھا ہے۔ اس کے بعد بحروں میں اضافہ ہوتا رہا۔

(۴) آپ نے اس کا وزن صحیح نکالا: مفتعلن فاعلات مفتعلن (مفتعلان)

مگر یہ وزن بحرِ مُنْسَرِح مطوّی رمذال کا ہے۔ [۲۳] مفعولن سے وزن یہ ہو گا:

مفتعلن فاعلات مفعولن/مفولان

اور نام مطوّی مقطوع/اعرج

اس بحر میں تسکینِ اوسط ہر جگہ جائز ہے۔ یعنی دونوں جگہ مفتعلن کو بے تکلّف مفعولن بنا سکتے ہیں۔ یہ وزن اردو میں تو شاذ ہے۔ لیکن فارسی کے ''شعرِ نو'' میں عام ہے۔

_____ تجھ کو کریں بت بھی سجدہ بار خدایا_____ [۲۴]

وزن آپ نے درست نکالا ہے۔ یہ بحر بھی مُنْسَرِح ہے۔ مطوّی منحور/مجدوع: مفتعلن فاعلات مفتعلن فع/فاع

غالب کی غزل ہے: دیتے ہیں جنّت حیاتِ دہر کے بدلے

اس بحر میں ''کلکِ موج'' میں متعدّد اشعار ہیں_____

(رس بھرے ہونٹوں کا ہم پئیں گے سُدھا رس اور کوئی ہوں گے چھلکے چوسنے والے)

(۵) کلکِ موج_حدیثِ خواب_دشتِ شام_زنجیرِ رم آہو[۲۵]

چلتے چلتے:

پنجابی میں چند چیزیں کبھی لکھّی تھیں___اب بہت عرصے سے اس طرف توجّہ نہیں۔[۲۶]

اور مزاج کیسے ہیں؟

خاکسار

خالد

لاہور

۱۵/ دسمبر ۰۳[۲۰]ء

[۱۰]

برادرم! اَلسّلامُ علیکُم!

عنایت نامہ ملا۔

مُوجدِ عَروض کا نام ہر جگہ خلیل بن احمد بصری ہی ہے۔ خیر الدّین الزّرکلی کے ''اَلْاَعلام'' میں بھی یہی نام ہے___الخلیل بن احمد بن عمرو بن تمیم الفراھیدی الازدی الیحمدی___ابو عبد الرّحمٰن___''ولدِ وماتَ'' فی البَصَرہ وعاشَ فقیراً صابراً

ابن قُتَیْبہ کی کتاب اَلشِعر الشّعراء میں بھی نام خلیل بن احمد عَروضی ہے۔ آغا صاحب نے جو نام دیا ہے، ابراہیم بن خلیل بصری۔ میں اس سے واقف نہیں۔ ہو سکتا ہے وہ خلیل بن احمد کے صاحبزادے کا ذکر کر رہے ہوں۔ جس نے اپنے والد کی طرح کوئی بحر ایجاد کی ہو____

پچھلے خط میں جس بحر کی بات ہو رہی تھی۔ اس میں مُصحفی کی مشہور غزل ہے:

ترے کوچے ہر بہانے مجھے دن سے رات کرنا

کبھی اِس سے بات کرنا کبھی اُس سے بات کرنا

فیض صاحب کی: مرے دل مرے مسافر ہوا ہم کو حکم صادر

اقبال کی غزل پیامِ مشرق میں ہے: دلِ من مسافر من کہ خداش یار بادا

آپ نے اپنے مقالے پر نظر ڈالنے کے کہا ہے۔ میں عجز و انکسار کے ساتھ معذرت خواہ ہوں، اب نہ وہ صحّت ہے نہ فرصت و فراغت۔ پیرانہ سالی اور بے سر و سامانی میں ادھورے کام ہی مکمّل ہو جائیں تو بسا غنیمت ہے۔[۲۷] اگرچہ یہ بیل بھی منڈھے چڑھتی نظر نہیں آتی ___ مگر وما توفیقی اِلّا باللہ۔

قرآن میں ہے: اَمْ لِلاِنسانِ ما تَمَنّٰی؟ کیا انسان کی ہر آرزو بر آتی ہے؟

یُرِیْدُ الْاِنْسانُ اَنَّ یَقْطٰی مَناہُ

وَیأبیَ اللّٰہُ اِلّا مایشاءُ

خدا کرے کہ آپ بخیریت ہوں۔

خاکسار

خالد

لاہور

۱۱/ جنوری ۰۴[۲۰]ء

[۱۱]

عبد العزیز خالد

ناشاد صاحب! اَلسّلامُ علیکُم۔

نوازش نامہ ملا۔

آپ نے تو کمال کر دیا ___ اکثر شاعر ایک عرصہ مشقِ سخن کے بعد بھی رباعی کے اوزان کے صحیح استعمال پر قادر نہیں ہو پاتے؛ کہیں نہ کہیں لغزش کھا جاتے ہیں۔ لیکن آپ کی رباعیاں فنّی طور پر چُست، نک سک سے

درست ہیں اور مضمون کے اعتبار سے بھی قابلِ تحسین ہیں۔ آپ نے کتنی خاموشی سے اس صنف پر عبور حاصل کر لیا۔ دراصل آپ کو شروع ہی سے عروض سے غیر معمولی دلچسپی ہے۔ یہ قدرتِ کلام اسی کا ثمرہ ہے۔ (۲۸)

کچھ پرچوں میں آپ کی چیزیں بھی دیکھیں ــــــــ الاقربا، الحمرا میں 'دانش' کے پچھلے شمارے میں آپ کے فارسی اشعار بھی نظر آئے۔ آپ تو چشم بد دُور ہر فن میں طاق نظر آتے ہیں۔

آپ کے 'مقالے' کی جانچ کہاں تک پہنچی ہے؟ (۲۹)

پرسانِ حال سے سلام و نیاز کہیں۔

خاکسار

خالد

لاہور

۲۱/دسمبر ۰۴[۲۰]ء

[۱۲]

عبدالعزیز خالد

ناشاد صاحب! سلام'' علیک!

آپ نے تو ایک کارنامہ انجام دے دیا ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کبھی کوئی ناشر اس کٹے پھٹے مسوّدے کو اِعراب کے اتنے باریک کام کے ساتھ شائع کرنے کی حامی [ہامی] بھرے گا۔ آپ جیسا ہمہ شوق، ہمہ اخلاص، جواں ہمّت، صاحبِ ذوقِ سلیم ہی یہ مرحلہ طے کر سکتا تھا۔ کتنی محنت، دیدہ ریزی اور صبر و تحمّل کا کام ہے! آپ کی لگن کو دیکھتے ہوئے مجھے آپ کا علمی و ادبی مستقبل نہایت تابناک نظر آتا ہے۔ اغلاط کی میں نے نشان دہی کر دی ہے۔ تصحیح کے بعد انھیں ایک دو بار چیک کر لیا (یا کروالیا) جائے تو شاید مجھے دوبارہ دکھانے کی ضرورت نہ پڑے۔ (۳۰)

پہلے صفحوں کی ترتیب میں نے ایسے ہی لکھ دی ہے۔ آپ جو بہتر سمجھیں کریں۔

خاکسار

خالد

[دسمبر ۲۰۰۶ء]

فون: ۵۷۴۱۹۱۲

[۱۳]

عبدالعزیز خالد

ناشاد صاحب: السلامُ علیکم!

بارے پروف خوانی اختتام کو پہنچی ___ جس حد تک احتیاط ممکن تھی کی گئی باقی ___ اُفَوِّضُ اَمرِی اِلَی اللّٰہِ (۳۱)

آپ نے جو محنت شاقہ اٹھائی ہے۔ میں اس کا سوچ کر ہی عش عش [اش اش] کر اُٹھتا ہوں۔ آفریں باد بر ایں ہمّتِ مردانہ تو ___ یہ واقعی Love's Labour ہے۔ جسے بھگوت گیتا کا اپدیشک نِشکام کرم کہتا ہے۔ یعنی کام بغیر کسی صلے کی تمنّا کے۔ خالصاً لِوجہِ اللّٰہ ___ نہ ستائش کی تمنّا نہ صلے کی پروا ___ (کیا مہا بھارت کتھن مالا (۳۲) آپ کے پاس ہے؟)

آپ جیسے پیکرِ اخلاص ہی اس زمین کا نمک ہیں۔ میری طرف سے ارمغانِ امتنان قبول کریں ___ چہ کند بے نوا ہمیں دارد۔

___ صفحہ ۲۴۰ پر (اکبر الہ آبادی کے ذکر میں) اِلَی ___ اَلَی ہے اور نظر انداز ہو گیا ہے۔ اسے درست کر دیں۔

فلیپ پر علامہ ظہیر (۳۳) کی رائے کے ساتھ، سیّارہ (۳۴) کے خالد نمبر (۱۹۶۹) میں شامل علامہ عبدالعزیز میمن (۳۵) کے تاثر کی یہ ابتدائی سطریں بھی اس کتاب کی مناسبت سے دی جا سکتی ہیں:

"عبدالعزیز خالد میں یہی نہیں کہوں گا کہ اس دور کے ممتاز اور بے مثال اسلامی شاعر ہیں۔ بلکہ پوری اردو شاعری کی تاریخ میں مجھے کوئی اسلامیات اور عربی کا اتنا ماہر و باخبر شاعر و ادیب معلوم نہیں۔"

(یہ محض ان کی بزرگانہ شفقت ہے وگرنہ: میں کہاں کا دانا ہوں، کس ہنر میں یکتا ہوں؛)

اب زمامِ کار آپ کے دستِ کار فرما میں ہے۔

خاکسار

خالد

لاہور

۲۹/اپریل ۰۷[۲۰]ء

[۱۴]

عبدالعزیز خالد

ناشاد صاحب! سلام ورحمت۔

اردو غزل کا آپ نے کتنی گہرائی اور گیرائی سے جائزہ لیا ہے۔[۳۶] آپ کے اندر جو ایک نکتہ رس نقّاد اور 'پُر سوز نغمہ خواں' ہے یہ اسی کی نمود، اس کی رونمائی ہے۔ آپ کی طبّاعی و دیدہ وری: آپ کے ذوق و شوق، کاوشِ پیہم اور ہمہ وقتی علمی انہماک کا ثمرہ ہے ___ قدرت واقعی کسی کے 'خیر العمل' کو بے کار نہیں جانے دیتی۔ آپ پر یہ شعر پُورا پُورا صادق آتا ہے:

اگرچہ ذوق خداداد تھا مگر وحشت
ریاض کم نہ کیا ہم نے کسبِ فن کے لیے

کتاب مجلس نے بڑے سلیقے اور اہتمام سے شائع کی ہے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ ڈاکٹر ہاشمی[۳۷] آپ کے نگران ہیں۔ ۱۹۶۹ء میں ادارۂ سیّارہ نے جو عبدالعزیز خالد نمبر شائع کیا تھا۔ یہ اس کی مجلسِ ادارت میں شامل تھے۔

آپ نے جو رسالچہ بھجوایا ہے[۳۸]۔ اس میں کوئی خاص بات نہیں۔ پرویز صاحب[۳۹] کی قرآن فہمی کے بارے میں پہلے بھی ایسی تحریریں شائع ہوتی رہی ہیں ___ مفہوم القرآن کو میں تو پڑھ نہیں سکتا۔ اگرچہ انھوں نے اسے بڑی شفقت سے مجھے یہ لکھ کر پیش کیا تھا:

بگیر ایں ہمہ سرمایۂ بہار از من
کہ گل بدستِ تو از شاخ تازہ تر ماند

ساحر صاحب(۴۰) کیسے ہیں؟ آپ نے کجدار و مریز کے بارے میں کچھ نہیں لکھا۔ اچھا ہوا کہ آپ اہلِ خانہ کے ساتھ اسلام آباد منتقل ہو گئے۔ یک سوئی تو نصیب ہو گی!

خاکسار

خالد

لاہور

۴رنومبر ۰۸[۲۰]ء

حواشی

(۱) مجھے شعر گوئی کے ابتدائی زمانے میں علمِ عروض سے معمولی شُدھ بدھ کے باوجود نئے اوزان میں شعر کہنے کا شوق دامن گیر ہو گیا تھا۔ میں بے سوچے سمجھے الٹے سیدھے اوزان میں شعر کہہ کر اُن کی تقطیع کرتا رہتا تھا۔ شاید اس زمانے میں ''فاعلاتن مفاعلن فعولن'' میں بھی کچھ کہا ہو، اب یاد نہیں۔

(۲) معروف شاعر افتخار عارف کی ایک غزل جس کی ردیف ''شام بخیر صبح بخیر'' میرے نزدیک ساقط الوزن تھی، خالد صاحب نے اس کی تائید کی۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ احمد ندیم قاسمی صاحب نے فنون میں یہ غزل ردیف میں کچھ تصرف کر کے شائع کی تھی۔

(۳) یاد نہیں کہ فارسی کے کون سے اشعار خالد صاحب کی خدمت میں ارسال کیے تھے۔

(۴) یہ غزل بھی ممتاز شاعر افتخار عارف کی تھی۔ اس کے بعض مقامات میرے خیال کے مطابق وزن میں نہ تھے۔ رہنمائی کے لیے رجوع کیا تھا۔ افتخار عارف کی غزل کا مطلع یہ ہے:

وہی پیاس ہے وہی دشت ہے وہی گھرانا ہے
مشکیزے سے تیر کا رشتہ بہت پُرانا ہے

(۵) خالد صاحب نے میرؔ کے شعر کی تقطیع کرتے ہوئے ''خیال'' کو بغیر اضافت کے فعول کے وزن پر قطع کیا۔ میں نے اپنے خط مکتوبہ ۳۰راگست ۱۹۹۴ء میں لکھا کہ ''ل'' اضافت کے ساتھ ہے اور اس کا وزن فعولن ہونا چاہیے۔ خالد صاحب نے تائید کی۔

(۶) افتخار صاحب کی متذکرہ بالا غزل کے ایک مصرعے کی تقطیع مجھ سے نہ ہو سکی تھی، خالد صاحب سے تقطیع کی گزارش کی تھی۔ ان کی تقطیع سے یہ کھلا کہ یہ مصرع "بحرِ میر" کے دائرے سے باہر ہے۔ مصرع یہ ہے: ع وہی پیاس ہے وہی دشت ہے وہی گھرانا ہے

(۷) میں نے "بہت پُرانا" کی تقطیع فَعَل فعولن" کی تھی۔

(۸) میں نے "چمک رہی ہے" کی تقطیع فَعَل فعولن" کی تھی۔

(۹) میں نے واو معدولہ کے متعلق یہ استفسار کیا تھا کہ اُردو میں یہ صرف "خ" کے بعد کیوں آتی ہے؟ جیسے خواہش، تنخواہ، خودی۔ اگر کسی قاعدے کے تحت "خ" کے بعد ہی واو معدولہ آتی ہے تو خول، خود، خوراک وغیرہ جیسے الفاظ میں اسے ادا کیوں کرتے ہیں؟

(۱۰) معروف محقق، نقاد، استاد اور دانش ور۔ فتح پور ہسوہ میں ۱۹۲۶ء کو پیدا ہوئے۔ کئی کتابوں کے مصنف، مرتب اور مؤلف۔ ۳/ اگست ۲۰۱۳ء کو کراچی میں راہیِ ملکِ بقا ہوئے۔

(۱۱) اُردو ڈکشنری بورڈ کا ضخیم لغت جو بائیس جلدوں میں ہے۔ پہلی جلد ۱۹۷۷ء میں شائع ہوئی اور آخری جلد ۲۰۱۰ء میں چھپی۔ یہ لغت تاریخی اصول کے تحت ترتیب دیا گیا۔ بڑے بڑے ماہرینِ لسانیات اور محققین اس کی ادارت پر فائز رہے۔

(۱۲) معروف شاعر، ادیب، مدیر اور ماہرِ لسانیات۔ پیدائش ۱۹۱۷ء دہلی، وفات: ۲۰۰۵ء۔

(۱۳) میری پنجابی تحقیقی کتاب "ضلع اٹک دے پنجابی شاعر" ۱۹۹۵ء میں پنجابی ادبی سنگت، اٹک نے شائع کی۔ اس کا انتساب میں نے ڈاکٹر فرمان فتح پوری اور علّامہ عبدالعزیز خالد نے نام کیا۔

(۱۴) سوال اب مجھے یاد نہیں۔ میرا خیال ہے کہ میں نے ترکیب / مرکبِ اضافی میں "ء" اور "زیر" کے استعمال کے بارے میں استفسار کیا تھا کہ ہمزہ کہاں استعمال ہو گا اور زیر کہاں۔ کیا اس کے لیے کوئی قاعدہ مقرر ہے۔

(۱۵) یاد نہیں کہ کلام کس کا تھا۔ خالد صاحب کا یہ کہنا" وہ بحر جس میں شاعر نے نظم بظاہر لکھنے کی کوشش کی ہے" سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں کچھ عروضی تسامحات ہوں گے۔

(۱۶) عبدالعزیز ساحر کی مرتبہ کتاب "غلام جیلانی برق کے خطوط" میں برق صاحب کے متعلق عبدالعزیز خالد کی ایک نظم شامل تھی، جس کے دو مصرعوں پر میں نے اعتراض کیا تھا کہ یہ وزن سے خارج ہیں۔ مصرعے یہ ہیں:

☆ تَمَّت کَلِمت رَبِّکَ صِدْقاًوَّعَدْلاً کا

☆ وَکَفَّ کَفَّہ' عَنْ زخُرُفِ الدُّنیا

خالد صاحب نے جواباً لکھا کہ عربی الفاظ کو بہ طریقِ اشباع نظم کیا گیا ہے۔

(۱۷) اُردو کا عہد ساز ادبی رسالہ۔ لاہور سے احمد ندیم قاسمی کی ادارت میں شائع ہوتا رہا۔

(۱۸) ممتاز علمی وادبی جریدہ۔ محمد طفیل کی ادارت میں شائع ہوتا رہا۔ اس جریدے نے کئی خاص نمبر شائع کیے۔

(۱۹) فنون اور نقوش میں شائع ہونے والا یہ مضمون نظر ثانی کے بعد "کجدار و مریز" کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہوا۔ اس کتاب کی اشاعت کا شرف میرے حصّے میں آیا۔ میں نے سرمد اکادمی، اٹک کے زیرِ اہتمام اسے ۲۰۰۷ء میں شائع کیا۔

(۲۰) روز نامہ نوائے وقت لاہور میں عبد العزیز خالد کا ایک کالم شائع ہوا تھا جس میں اُردو رسم الخط کی پیچیدگیوں اور ناہمواریوں کا ذکر کیا گیا تھا۔ میرا استفسار یہ تھا کہ آپ اُردو کے مروجہ رسم الخط کے بجائے کسی اور رسم الخط کے حامی ہیں۔

(۲۱) میں نے اپنے خط محررہ ۶/ دسمبر ۲۰۰۳ء میں لکھا تھا: ’’ آپ کے استاذِ گرامی جناب آغا صادق مرحوم و مغفور نے اپنی کتاب نکاتِ سخن (مطبوعہ لندن) میں عروض کے موجد/ واضع کا نام ابراہیم بن خلیل لکھا ہے؛ جب کہ اکثر کتبِ عروض میں خلیل بن احمد ملتا ہے۔ کیا آغا صاحب سے سہو ہوا ہے یا حقیقت ہی یہ ہے؟‘‘ خالد صاحب نے مروج نام ہی کو درست قرار دیا۔

(۲۲) مولوی عبد الحق نے اپنی کتاب قواعدِ اُردو میں خلیل بن احمد کی تاریخ وفات ۱۷۰ھ تحریر کی ہے۔ خالد صاحب نے سہواً ۱۲۰ھ نقل کی ہے۔ خلیل بن احمد کا مادۂ تاریخ وفات ’’لیلِ یوم الاحد‘‘ سے نکلتا ہے۔

(۲۳) خالد صاحب کے مجموعے کفِ دریا کی ایک غزل:

اُٹھتی ہے دل سے فغانِ تشنہ لبی
پیاس بدن کی بدن سے بُجھ نہ سکی

کا وزن میں مفتعلن فاعلات مفتَعِلن درست نکالا تھا مگر بحر کا نام رجز مطوی مرفوع مذال لکھا تھا، خالد صاحب نے درستی کر دی کہ بحر کا نام منسرح مطوی/ مذال ہے۔

(۲۴) پورا شعر یہ ہے:

تجھ کو کریں بُت بھی سجدہ بارِ خدایا!
کعبہ سابت خانہ تو نے قبلہ بنایا

یہ شعر بھی کفِ دریا میں شامل ہے۔

(۲۵) میں نے استفسار کیا تھا کہ کفِ دریا کے علاوہ آپ کے غزل کے مجموعے کون کون سے ہیں۔ جواب میں خالد صاحب نے اپنے چار مجموعوں کے نام لکھے۔

(۲۶) میں نے پوچھا تھا: ’’ کیا پنجابی آپ کے حسنِ کلام سے محروم رہی ہے؟‘‘

(۲۷) میں نے خواہش ظاہر کی تھی کہ آپ میرے میرے پی ایچ ڈی کے مقالے ’’اُردو غزل کا تکنیکی، ہیئتی اور عروضی سفر‘‘ پر ایک نظر ڈال دیں۔ مصروفیات کے باعث وہ اسے نہ دیکھ سکے۔

(۲۸) ایک خاص کیفیت میں ایک رات میں نے کئی درجن رباعیات کہہ ڈالیں۔ اس سے قبل چوں کہ میں نے اس صنف میں کلام نہیں کہا تھا، اس لیے خالد صاحب کو بھجوائیں۔ انھوں نے کمال شفقت سے ان کو سراہا اور داد دی۔

(۲۹) میں نے جامعۂ پنجاب میں پی ایچ ڈی کا مقالہ بہ عنوان: ’’اردو غزل کا تکنیکی، ہیئتی اور عروضی سفر‘‘ ۲۰۰۴ء میں جمع کرایا مگر زبانی امتحان بہت تاخیر سے اگست ۲۰۰۶ء میں ہوا۔

(۳۰) لحد ار و مریز کا مسودہ جو کھٹا پھٹا اور غیر مرتب تھا، میں نے اعراب کے اہتمام کے ساتھ کمپوز کیا۔ میری کمپوزنگ کی رفتار تسلی بخش نہ تھی اور دو ایک بار خاصا کام ضائع بھی ہوا مگر میں نے ہمت ٹوٹنے نہ دی اور مختصر وقت میں اس کی کمپوزنگ کا کام مکمل کر لیا۔

(۳۱) سورۃ المؤمن کی آیت کریمہ کا ایک ٹکڑا۔: فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ط وَ اُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌ' بِالْعِبَادِO پارہ ۲۴: آیت ۴۴۔

(۳۲) عبد العزیز خالد نے مہابھارت کے منتخب قصّوں کا اُردو ترجمہ بہ صورتِ نثر مرتب کیا تھا۔

(۳۳) ممتاز اہلِ حدیث عالم اور دانش ور علّامہ احسان الٰہی ظہیر [پ: ۱۹۴۰ء م: ۲۳/ مارچ ۱۹۸۸ء]۔

(۳۴) لاہور سے نکلنے والا حلقۂ ادبِ اسلامی کا ترجمان علمی و ادبی جریدہ۔ اس کے بانی مدیر مولانا نعیم صدیقی تھے، ان کی وفات کے بعد حفیظ الرحمان احسن مدیر مقرر ہوئے۔

(۳۵) عربی زبان و ادب کے عالم اور استاد۔ کئی کتابوں کے مؤلف، مدون اور مصنف۔ [پ: ۱۸۸۸ء م: ۱۹۷۸ء]

(۳۶) میر اپی ایچ ڈی کا مقالہ بہ عنوان: "اُردو غزل کا تکنیکی، ہیئتی اور عروضی سفر" جناب شہزاد احمد نے مجلسِ ترقیِ ادب، لاہور سے ۲۰۰۸ء میں شائع کیا۔

(۳۷) میرے نگرانِ کار ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی۔ اقبال شناس اور ماہرِ تعلیم۔

(۳۸) میرے بزرگ دوست اور کرم فرما شکیل عثمانی صاحب نے ایک مختصر سا رسالہ " علامہ پرویز کا فہمِ قرآن" خالد صاحب کو بھجوانے کے لیے مجھے دیا تھا۔ اسی رسالے کی طرف اشارہ ہے۔

(۳۹) معروف عالمِ دین، علامہ غلام احمد پرویز [پ: ۱۹۰۳ء م: ۱۹۸۵ء]۔ کئی کتابوں کے مصنف اور رسالہ طلوعِ اسلام کے بانی و مدیر۔

(۴۰) ڈاکٹر عبد العزیز ساحر۔ محقق، شاعر اور اردو ادبیات کے استاذ۔ چیئرمین شعبہ اردو، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد۔